

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

[www.safareadab.com](http://www.safareadab.com)

# دلکسِ فریب

احسن نعیم





# دلکش فریب



از قلم احسن نعیم



All Rights Reserved

**Copyright:** Ahsin Naeem (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[safareadab@gmail.com](mailto:safareadab@gmail.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you



## ضروری بات

دلکش فریب کے تمام جملہ حقوق لکھاری "احسن نعیم" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔





"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

فرسٹ ایئر کے دوسرے دن سویرا ٹیچر کے انتظار میں اکیلی آخری کرسی پہ بیٹھی تھی کہ اک لڑکی نے اس سے آکر پوچھا۔ سویرا نے اس کی طرف دیکھا۔ درمیانے قد کی لڑکی بھوری آنکھیں سفید رنگ آنکھوں میں کاجل لگائے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہر ایک کی طرح سویرا کو بھی وہ دلکش معلوم ہوئی۔

"تو آپ میرے سے کیوں پوچھ رہی ہیں یہ۔" سویرا نے اس کی جانب خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر سی بات ہے آپ کے ساتھ کرسی پڑی ہے ہو سکتا آپ کی کسی دوست کے لیے رکھی ہو۔" لڑکی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میری کوئی دوست نہیں ہے۔ میں کسی سے دوستی نہیں کرتی" اس نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔

"جی میں آپ کو صبح سے دیکھ رہی ہوں آپ اکیلی خاموش بیٹھی ہیں۔ کسی سے بات تک نہیں کی آپ نے۔ کیا میرے سے دوستی کریں گی؟"

"دیکھیں مجھے دوستی کرنی نہیں آتی۔ پہلے بھی سکول میں لڑکیاں دوستی کرنا چاہتی تھیں مگر پھر ان کو مایوسی ہی ہوئی۔ آپ کو بھی برا لگے گا جب آپ کو واپس سے دوستی نہیں ملے گی۔"

"آپ وہ مجھ پہ چھوڑ دیں مجھے برا نہیں لگے گا۔ لیکن مجھے بتانا پسند کریں گی کہ ایسا کیوں ہے؟" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں" ! اس نے ٹیچر کے احترام میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ لڑکی بھی ٹیچر کے لیے کھڑی ہو گئی۔

سارا پیریڈ دونوں کے مابین خاموشی رہی۔ لڑکی ایک نظر اس پر بھی ڈال لیتی جو سارا پیریڈ بجھی بجھی سی بیٹھی رہی۔ چھٹی کے وقت نکلتے ہوئے لڑکی نے کہا۔

"میں نام بتانا تو بھول گئی۔ میرا نام زینب ہے اور تمہارا نام کیا ہے؟"



سویرا نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور مڑنے سے پہلے کہا۔  
 "سویرا" اور دوسری طرف مڑ گئی۔  
 زینب اس کو جاتا دیکھتی رہی اور پھر اپنے گھر کی جانب مڑ گئی۔

\*\*\*\*\*

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کو عام دنوں کی نسبت کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ جس طرف سے آوازیں آرہی تھیں اس کی طرف قدم بڑھائے۔ قریب پہنچ کر آواز واضح ہوئی تو اس کی خالہ کی آواز تھی۔ اس نے واپس قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے اور کمرے میں آکر بیگ لا پرواہی سے بستر پر اچھال کر ایسے ہی لیٹ گئی۔ اس کی سب سے بری عادت ہر وقت خیالوں میں گم رہنا تھا۔ جس میں ابھی جی وہ گم تھی۔ دن ہو یا رات ہر وقت خیالوں میں کھوئی رہتی۔ لیکن قصور اس کا بھی نہ تھا۔ جس کے پاس کوئی نہ وہ اپنے خیالوں کو ہی دوست بناتا ہے۔ گھر کے کام کاج میں اسے قطعاً دلچسپی نہ تھی۔ اسکول کے وقت بھی یہی حالات تھے۔ ہر وقت ڈھیلی پڑی رہتی۔ نہ کوئی دوست، نہ رفیق۔ کوئی بھی نہیں تھا۔ جب بھی کوئی دوستی کرنا چاہتی، سویرا اس کو ذرا لفٹ نہ کرواتی اور دوستی قائم نہ ہو سکتی۔ گھر میں بھی اس کی زندگی کچھ ایسی ہی تھی۔ گھر میں والدہ والد ایک بھائی اور ایک بہن موجود تھے مگر گو کہ اس کے کبھی خوشگوار مراسم نہ تھے۔ اس کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اس کی ماں اس کو لعنت ملامت کرتیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ اس کو خود سمجھ نہ آتا اس کے ساتھ مسئلہ کیا ہے اگر کوئی اس کے بارے بات کرتا تو دل پہ لے کر سوچتی اور کڑھتی رہتی۔ گھر میں اگر کسی کو اس سے پیار تھا تو وہ اس کے والد تھے جو اس کا خیال اور فکر کرتے تھے۔

آج بھی وہ خیالوں میں گم تھی کہ امی نے آکر اس کو جنجھوڑا۔ سویرا خالی نظروں سے انھیں دیکھنے لگی۔



"کھانا نہیں کھانا؟ اٹھو منہ ہاتھ دھو اور جلدی سے آؤ۔ تمہاری خالہ آئی ہوئی ہیں پاک پتن سے ان سے آکر ملو۔ اور یہ منحوسیت بھری شکل نہ لانا تیار ہو کر آنا۔"

اس کی امی سخت لہجے میں کہہ کر چلی گئیں۔ سویرا اسی طرح بیٹھی پھر خیالوں میں گم ہو گئی۔ دس منٹ بعد اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹا تو گہری سانس لے کر باتھ روم میں گھس گئی۔

\*\*\*\*\*

اگلے روز بھی کالج میں زینب سویرا کے ساتھ بیٹھی تھی اور اس کو کھوج رہی تھی۔ بریک میں زینب نے سویرا سے پوچھا تھا۔

"تم اداس کیوں رہتی ہو؟ تمہارا کسی چیز کا دل نہیں کرتا؟"

"دل ان کا کرتا ہے جن کے پاس دل ہو میرے پاس نہیں" سویرا نے جزبات سے عاری لہجے میں کہا تھا۔

"مگر دل تو سب کے پاس ہوتا ہے۔"

"نہیں اس دنیا میں یہ رواج نہیں ہے۔ بہت سے لوگ دل رکھتے ہوئے بھی دل کا معنی نہیں جانتے۔ وہ اپنے پتھر دل سے نرم دل کو زخمی کر دیتے ہیں اس دنیا میں رہنے کیلئے ایک ہی اصول ہے جو دل رکھے اس کے لیے دل رکھو اور جو پتھر رکھے اس کے لیے پتھر۔ مگر کچھ لوگ میری طرح دل کو ہی مار لیتے ہیں اور یہ بہتر ہوتا ہے۔" زینب اس کو حیرت سے دیکھتی رہی۔

"تو تم نے اپنے دل کو کیوں مار دیا؟ دل تو بہت اچھی چیز ہوتی ہے۔"

"دل صرف ان لوگوں کے لیے ہی اچھا ہوتا ہے جن کے پاس دل کو سنبھالنے والے اور دل سے محبت کرتے والے ہوتے ہیں۔ جن کے پاس کوئی نہیں ہوتا ان کے لیے دل بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

اور اس بات کے بعد ہی زینب نے اور دلچسپی لینا شروع کی تھی۔

\*\*\*\*\*



"مجھے آپ لوگوں نے میری زندگی جینے دینی ہے یا نہیں؟ آخر چاہتے کیا ہیں آپ لوگ؟" آج پھر ہمیشہ کی طرح جھگڑا شروع ہوا تھا۔ ہر مہینے دو بار تو یہ جھگڑا ہوتا تھا۔ ابھی سے تین ہفتے پہلے بھی ایک جھگڑا ہوا تھا اور یہ اس مہینے کا دوسرا جھگڑا تھا جو ظہیر عباس کا گھر والوں کے ساتھ ہوا تھا۔ ظہیر عباس کے ایک بھائی قطر میں رہائش پزیر تھے اور ماں باپ اور بہن اسلام آباد میں رہائش پزیر تھے۔ آج کے جھگڑے کا موضوع بھی ہمیشہ کی طرح وہی تھا۔ ظہیر عباس کی آزادی کا۔ عباس صاحب اور شائستہ بیگم کی بے جا روک ٹوک نے یہ دن دکھائے تھے۔ ظہیر کی ہر بات میں نقطہ چینی کرنا اس کی خواہشات کا قتل کرنا اور اس کی خوشی میں شریک نہ ہونا، عباس صاحب اور شائستہ بیگم کا خاصہ تھا۔ ماں باپ کے لیے یہ تھا کہ وہ ظہیر کی بہتری کے لیے ہر بات کہتے ہیں مگر ظہیر کو اس سب سے چڑھتی۔

"ظہیر تم آخر چاہتے کیا ہو؟ ہم تمہیں چھوڑ دیں؟ تمہاری پرواہ نہ کریں؟" ظہیر کی والدہ نے اس کے اونچا بولنے پر کہا۔

"پرواہ آپ مجھے میری خوشی سے محروم رکھ کر کرتے ہیں کیا؟ اگر میں دوسرا گھر لینا چاہتا ہوں تو اس میں آپ کو کیا مسئلہ ہے اپنا کمار ہا آپ لوگ کیوں روک رہے ہیں مجھے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹا جب یہ گھر ہے تو دوسرا گھر کیوں لینا ہے ہمیں اب اس وقت چھوڑ کر جاؤ گے تم؟" اس کی ماں نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

"تو آپ لوگ مجھے ادھر رہ کر بھی تو نہیں جینے دے رہے نامی۔ جہاں کہیں جانے لگتا ہوں آپ لوگ روک ٹوک کرنے لگتے ہیں۔ امی اب میں بچہ نہیں ہوں اکیس سال کا ہو چکا ہوں۔" ظہیر نے اپنا لہجہ دھیمّا کرتے ہوئے کہا۔

"تو اکیس سال کے ہو گئے ہو اس کا مطلب ہے جو کرنا چاہو گے وہ کرو گے؟" عباس صاحب نے بھی مداخلت کی۔



"میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟ جب بھی اگر کہیں گھومنے کا ارادہ بنتا آپ لوگ منع کر دیتے ہیں میں نے اپنی گاڑی لے لی ہے وہ چلاتا ہوں نہیں تو آپ مجھے اپنی گاڑی بھی نہ چلانے دیتے میں گھر میں رہ کر مریض بن گیا ہوں راتوں کی نیند نہیں آتی مجھے"

"تو ہمیں بھی سمجھنے کی کوشش کرو تمہارے بھلے کے لیے ہی کہتے ہیں۔"

"مجھے گھومنے پھرنے سے روکنا بھلے کی بات ہے؟ سب میرے ساتھ کے کیا کیا نہیں کر رہے اور ایک میں۔" اس نے غصے میں بات ادھوری چھوڑ دی۔ گھر کے دروازے سے زینب اندر داخل ہوئی اور سب کے چہرے دیکھ کر صورتحال کی سنجیدگی بھانپ لی۔ ظہیر اٹھ کر اپنے میں چلا گیا اور ماں باپ اس کو جاتا دیکھتے رہے پھر گردن موڑ کر زینب کو دیکھ کر آہ بھر کر رہ گئے۔ زینب عباس صاحب کے بھائی کی بیٹی تھی، ظہیر سمیر اور سمرین کی چچا زاد بہن تھی۔ عباس صاحب اور اسد صاحب کا گھر ایک ہی گلی میں تھا اس لیے زینب چچا چچی اور سمرین سے ملنے دوسرے تیسرے دن آتی رہتی تھی اس کو چچا چچی اور ظہیر بھائی کے درمیان جھگڑے کا بھی اچھے سے پتا تھا۔

"چاچی آپ فکر نہ کریں میں ظہیر بھائی کو دیکھتی ہوں۔" زینب نے چچی کو دلاسا دیتے ہوئے کہا اور ظہیر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

\*\*\*\*\*

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی۔ اندر سے جواب نہ آیا۔ اس نے دوسری بار دستک دی اور جواب کے انتظار میں ہونٹ کاٹنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد ظہیر کی آواز آئی۔

"کون ہے"

میں ہوں ظہیر بھائی زینب۔ دروازہ کھولیں "زینب نے فوری طور پر کہا۔ چند سیکنڈز کے بعد دروازہ کھل گیا۔ ظہیر بیڈ پہ بیٹھ گیا لیکن زینب کمرے میں ہی ٹہلنے لگی۔



"ظہیر بھائی اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں !

زینب نے ٹہلتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔

"بولو" ظہیر نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

ظہیر ہمیشہ سے ہی زینب کو اپنی چھوٹی بہن سمجھتا تھا اور بالکل ویسا ہی رویہ رکھتا تھا جو بہنوں کا حق ہوتا ہے۔ اسی لیے اس نے زینب کے لیے دروازہ کھول دیا اگر کوئی اور ہوتا تو کبھی دروازہ نہ کھولتا۔

"دیکھیں ظہیر بھائی میں ساری بات جانتی ہوں جو آپ کے آور چچا چچی کے درمیان ہے۔ مانتی ہوں کہ چچا چچی غلط کرتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ آپ بڑے ہو گئے ہیں۔ اب ان کو روک ٹوک نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کا حق ہے کہ اب آپ جو چاہیں کریں۔ مگر دیکھیں وہ آپ کے ماں باپ ہیں۔ انہیں آپ کی فکر ہے وہ اس دور کے نہیں ہیں۔ وہ پہلے زمانے کے ہیں جہاں یہ روک ٹوک لازمی سمجھی جاتی تھی۔ آپ سمجھ رہے ہیں نہ میری بات؟" زینب نے یکدم رک کر پوچھا۔ ظہیر نے سر ہلا دیا۔ زینب نے ٹہلتے ہوئے ایک بار پھر کہنا شروع کیا۔

"چچا چچی کو یہ نہیں اندازہ کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اب ان کی یہ روک ٹوک بچوں کو مشتعل کر دیتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کہہ رہے بھلے کے لیے کہہ رہے۔

لیکن آپ کا اس طرح گھر چھوڑنا قطعی مناسب نہیں ہے اب جبکہ میں یہ سب کچھ جانتی ہوں تو آپ کو مجھ پر یقین ہے تو ہم مل کر اس سب کا حل نکالیں گے۔ یوں گھر چھوڑنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔" زینب نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم میری بہن ہو اور مجھے تم پہ یقین ہے۔ تبھی تم مجھے یہ سب کہہ رہی ہو۔ مگر زینب مجھے بتاؤ میں کیا کروں کب سے یہ برداشت کر رہا۔ انہوں نے مجھے اس وقت موبائل نہیں لینے دیا جس عمر میں ہر بچے کے پاس موبائل تھا۔ بانیٹ انہوں نے مجھے یونی سے پہلے چلانے نہیں دیا۔ یونی کے ٹرپ پر کبھی جانے نہیں



دیا۔ جس کی وجہ سے میرا الگ مزاک بناتھا۔ ابھی اگر میں آئلائن کمانہ رہا ہوتا تو آج شاید میں گاڑی بھی نہ چلا سکتا ہوتا۔ میں والدین کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا مگر میں کیا کروں " ! - ظہیر نے تیز تنفس کے ساتھ کہا اور اپنے بالوں کو جکڑ کر لمبے سانس لینے لگا۔ زینب اپنی جگہ سے اٹھی اور بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے گلاس میں پانی انڈیل کر کر ظہیر کے سامنے کیا۔ ظہیر نے سر اٹھا کر زینب کو دیکھا جو گلاس تھامے کھڑی تھی۔ ظہیر نے گلاس لے کر منہ سے لگایا اور ایک سانس میں پی گیا۔ زینب واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ ظہیر کے سر اٹھانے پر اس نے کہا۔

"آپ مجھ پہ یقین کریں اور وہ کریں جو کہوں گی تو سارا معاملہ حل ہو جائے گا۔ آپ کو مجھ پہ اعتبار ہے نا۔" زینب نے آگے ہوتے ہوئے کہا۔

"زینی اگر مجھے تم پہ یقین نہ ہوتا تو تمہیں یہ سب بتاتا؟ تمہیں پتا ہے تم مجھے بہنوں سے زیادہ عزیز ہو۔" "ٹھیک ہے تو سنیں پھر۔ ہم نے مل کر چاچو چاچی کو سمجھانا ہے۔ انکو آپ نے ہر کام کرنے سے پہلے بتانا ہے۔ انہیں سمجھانا ہے کہ آپ کے دور میں اور ان کے دور میں فرق ہے"

"زینی تمہیں کیا لگتا ہے میں انہیں نہیں سمجھاتا؟ تمہیں پتا ہے ابو کچھ دنوں پہلے میری شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کر رہے تھے۔ زینی بلیومی، وہ بات اتنی مشکل سے ختم ہوئی ہے۔ سمیر بھائی اور ہماری چھ چھ گھنٹے بات ہوئی ہے میرے پاس سکریٹ شائٹس بھی ہیں۔ آج کل ماں باپ کی پسند سے شادی کرنے والا دور ہے۔ میں ان کی مرضی سے شادی کر بھی لیتا اگر وہ مجھ سے رائے پوچھتے مجھے اس بارے کچھ بتاتے۔ لکن انہوں نے صرف بتایا تھا کہ میری شادی تہہ کر رہے۔ ایسے میں کیسے شادی کر لیتا؟" ظہیر نے بیڈ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ سب بھی ہوا ہے؟ واقعی چاچو چاچی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن ایسے تو نہیں چلے گا نہ۔ اب جو میں کہتی ہوں وہ کریں انشا اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" زینب ظہیر کو سمجھانے لگی۔



"لیکن زینی مجھے ایک دم غصہ آجاتا ہے۔ یہ سب میں جانتا ہوں مگر مجھ سے ہوتا نہیں ہے۔" ظہیر نے ٹہلتے ہوئے سنا اور پھر کہنے لگا۔

"تو آپ اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ جو کام آپ کا نفس کہہ رہا ہو اس کے الٹ کریں۔ مشکل کام ہے لیکن کرنے سے ہی ہو گا۔ روز ہر وقت اپنے نفس سے لڑیں آپ کو غصہ آئے آپ خاموش ہو جائیں۔ آپ نے وہ واقعہ نہیں سنا کہ اور واقعہ کچھ یوں تھا۔

"ایک دفعہ حضرت علی کفار کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ ایک کافر کے سینے میں تلوار کھوپنے لگے تھے تو اس نے آپ کے مبارک چہرے پر تھوک پھینک دیا تھا۔ آپ نے تلوار ہٹالی اور گہر اسانس لے کر آگے بڑھ گئے۔

کافر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ بھاگ کر پیچھے گیا اور وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔  
"مجھے تم پر غصہ آگیا تھا۔"

"تو آپ مجھے مار دیتے" کافر نے حیرانی سے پوچھا۔ "مارا کیوں نہیں؟"  
آپ نے فرمایا۔

"جب تم نے میرے چہرے پہ تھوک پھینکی تو مجھے غصہ۔ میری انا ابھری اور اس نے انتقام لینا چاہا۔ لیکن اگر میں تمہیں ابھی مار دوں گا تو میں اپنے نفس کی پیروی کر رہا ہوں گا جو یقیناً بڑی خطا ہوگی۔"

"تو نفس کی بات ہر گز نہ مانیں اور اس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ دونوں ایسی ہی جھگڑتے رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا کسی ایک کو سمجھانا ہو گا۔ اور آپ نے ماں باپ کو پیار سے سمجھانا ہے کیونکہ جس کا جو حق ہے وہ اسے ملنا چاہیے۔ اور یہ آپ کو ہی کرنا ہو گا۔" زینب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔



"جو بات ہے۔ ویسے میں خود کو کافی ہلکا محسوس کر رہا ہوں اور یہ سب صرف تمھاری وجہ سے ہوا ہے اور اس سب کے لیے شکریہ۔"

"اب آپ مجھے اپنی چھوٹی بہن کو شکریہ کہیں گے" زینب نے مصنوعی خفگی کے ساتھ کہا۔

"اچھا اچھا نہیں کہتا واپس لے لیتا ہوں تم بتاؤ کچھ چاہیے تمہیں؟" ظہیر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چاہیے تو کچھ نہیں بس آپ کو اپنی ایک دوست کے بارے بتانا ہے لیکن ابھی نہیں پہلے آپ اپنے مسئلوں سے فارغ ہو جائیں پھر۔ ابھی میں جا رہی بہت دیر ہو گئی۔ امی نے ڈانٹنا ہے" زینب تقریباً بھاگتے ہوئے

کمرے سے نکل گئی۔ ظہیر مسکرا کر موبائل پر آئے میسجز دیکھنے لگا۔

## BEING THE STRING OF YOUR KITE

\* \* \* \* \*

وہ دونوں کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھی سمو سے کھا رہی تھیں۔ کھلے آسمان تلے کالج کے لان میں بارش کے موسم میں سمو سے کھانے کا الگ لطف آرہا تھا۔ چاروں طرف پھول کھلے تھے۔ لڑکیاں ٹولیوں کی صورت میں ادھر ادھر بیٹھی بے فکری کے عالم میں کچھ کھا رہی تھیں۔

"زینب تم نے مس رباب کا لیکچر نوٹ کیا ہے" سویرا نے سموسہ کھاتے ہوئے زینب سے پوچھا۔ دو ہفتے میں زینب اور سویرا کے درمیان تکلف کی دیوار چھٹ چکی تھی۔ اب سویرا کبھی کبھار زینب سے کسی موضوع پر بات کر لیتی۔ یہ سب بھی زینب کی بدولت ہی ہوا تھا۔ شروع کے دنوں میں زینب کو سویرا میں



پتا نہیں کیا لگا تھا کہ اس نے سوچا اس کے ساتھ جو مسائل ہیں وہ ضرور حل کرے گی۔ شروع میں ہی زینب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ سویرا کا ماضی کوئی سفید سلیٹ نہیں ہے مگر ابھی زینب سویرا سے کچھ بھی پوچھنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔

"ہاں کیا ہے تمہیں چاہیے؟"

"ہاں دے دینا ابھی اگر مس ہو گیا تو بعد میں مشکل ہو گی۔" سویرا کے چہرے پہ سکون تھا۔  
 "آج تم اچھے موڈ میں لگ رہی ہو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے کیا بات ہے؟" زینب نے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیونکہ دو ہفتے بعد میری آپی کا نکاح ہے میں خوش ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں یہ دنیا خوش رہنے نہیں دیتی۔ میرے گھر والے یقیناً میرا موڈ خراب کریں گے۔" سویرا نے بھی ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔  
 "ایسے نہیں کہتے۔ گھر والے ہیں تمہارے وہ کیوں تمہیں خوش نہیں دیکھنا چاہیں گے اور تم موڈ خراب نہ کرنا۔ خود کو خود خوش رکھنے کی عادت ڈالو۔ ہر وقت خوش رہا کرو۔ یہ باہر کی دنیا کی باتوں کو سنجیدہ نہ لیا کرو۔ بس ہر وقت اپنے دل کو پر سکون رکھو۔ لوگوں کی باتوں کو دل پہ نہ لیا کرو" سویرا ایک ٹک زینب کو دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو" زینب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔ یہ سب جو تم کہہ رہی ہو آسان نہیں ہے۔ بہت کوشش کرتی ہوں لیکن نہیں ہوتا"  
 "تم دل سے کوشش کرو نا۔ تم دل سے نہیں چاہتی کہ تم خوش رہو۔ اصل میں اب تمہیں ایسے رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ تمہیں پتا ہے سائیکلو جی کہتی ہے کہ کسی انسان کو اس وقت تک ٹھیک نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ خود نہ چاہے"

"تم یہ سب کیسے کہہ سکتی ہو" سویرا نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔



"مجھے پتا ہے ناسویرا، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تم سیڈ ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم نارمل لائف گزارو۔"  
 "تو میں ہی کیوں؟ اور تمہیں کیسے پتا چلا کہ مجھے کوئی مسئلہ ہے۔" سویرا نے عجیب انداز میں پوچھا۔  
 "یہ میں نہیں جانتی مگر مجھے پتا لگ جاتا ہے۔" زینب نے چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔  
 "تم ٹھیک ہونا چاہتی ہو"  
 "ہونا چاہتی ہوں مگر نہیں ہو سکتی۔" خاموشی کے بعد دھیمے لہجے میں جواب آیا۔  
 "ہو سکتی ہو اگر تم میری باتیں مانو اور دل سے ٹھیک ہونے کی خواہش کرو۔ میری باتیں مانو گی؟" زینب نے  
 کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مگر سب بہت مشکل ہے میرے سے نہیں ہو گا" سویرا نے بھی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔  
 "کوشش تو کرو سب ہو جائے گا۔ بس ابھی اگلی کلاس میں چلو دیر ہو رہی تمہیں بعد میں بتاؤں گی کیا کرنا  
 ہے اور کیا نہیں" سویرا بس سر ہلا کر رہ گئی

\*\*\*\*\*

کیا بات ہے یار آج کل تو کافی خوش لگ رہا ہے۔ "کینے ٹیریا میں وہ اور اس کا دوست ٹیبل پہ بیٹھے یونیورسٹی کا  
 برگر کھا رہے تھے۔ جب شاہزیب نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں میں آج کل خوش ہوں۔ میری لائف پہلے سے بہتر ہو گئی ہے اب میں ڈپریس نہیں رہتا مجھے غصہ بھی  
 کم آتا ہے۔" ظہیر نے ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے اپنے جگری دوست کو بتایا جو اس کے حالات سے واقف  
 تھا۔

"بی بہت خوشی کی بات ہے زہری تجھے پتا نہیں مجھے کتنا اچھا لگ رہا اس برگر سے بھی زیادہ اچھا لگ رہا"  
 اچھا اچھا بس کر اور برگر پہ دھیان دے۔ ظہیر نے برگر کا بائٹ لیتے ہوئے کہا۔ اتنے میں ظہیر کے  
 موبائل پہ کال آئی۔ اس نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کال پک کی۔



"ابھی اس ٹائم؟ ضروری ہے؟ کس سے؟ اچھا میں آتا ہوں" ظہیر نے موبائل رکھ کر برگر کا آخری حصہ کھایا۔

"کدھر جا رہا ہے بیٹھنا" شاہزیب نے گلاس جھٹکے سے نیچے کرتے ہوئے کہا۔  
 "جلدی کھا تجھے چھوڑتا ہوا جاؤں گا۔ کالج جانا ہے بہن نے بلایا ہے۔  
 "اچھا چل سہی مجھے ڈراپ کرتا ہوا جائیں"۔ شاہزیب بھی ہاتھ صاف کرتا ہوا اٹھ گیا۔

\*\*\*\*\*

مگر میں ان سے مل کر کیا کروں گی؟ میرا ان سے کیا لینا دینا "سویرا کالج میں کھڑی آفمڈ میں کہہ رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے زینب نے اپنے کزن برادر کو کال کر کے بلایا تھا۔  
 "وہ بس مجھے لینے آرہے ہیں۔ تب تک تم میرے ساتھ رہو میں اکیلے کیا کروں گی۔ آج پھر تمہارا موڈ آف ہے کیا ہوا ہے؟"  
 "میں نے کہا تھا نا گھر والے مجھے خوش نہیں دیکھ سکتے"  
 "کیا ہوا ہے اب میں نے کہا تھا نا موڈ خراب نہ کرنا"  
 "آپی کے نکاح تک تو میں خوش تھی مگر کل۔۔۔۔۔ کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں۔" سویرا نے منہ پھیرتے ہوئے کہا جیسے آنسو کہیں اپنے اندر اتارے ہوں۔

"سویرا یہ کیا بات ہوئی۔ اب تم مجھے نہیں بتاؤ گی۔ دیکھو مجھے بتاؤ۔ بتانے سے ہی مسئلے حل ہوتے ہیں میں نے کہا تھا نہ کہ اگر تم نارمل لائف گزارنا چاہتی ہو تو میری باتیں مانو گی۔" زینب نے پیار سے سویرا کو سمجھایا۔

سویرا سے اور قابو نہ پایا گیا اور آنکھوں سے دو موتی چھلک کر نیچے کی طرف بہنے لگے۔



"ارے سویرا تم رور ہی ہو۔ پاگل رونے کی کیا بات ہے۔ تمہیں کہا تھا رونا نہیں۔ مجھے بہت برا لگتا ہے۔ اب چپ کرو سب دیکھ رہے ہیں۔ بس چپ کرو رونا نہیں نا" زینب نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔ سویرا نے بہت مشکل سے خود کو روکا۔ زینب نے ٹشو دیا جس سے اس نے آنسو صاف کیے۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے" زینب نے سویرا کے خاموش ہونے کے بعد کہا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے" سویرا نے نارمل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"سب ٹھیک نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہوتا تا آج میں اپنی محنت کو ایسے ڈوبتے ہوئے نہ دیکھ رہی ہوتی" زینب نے افسوس سے کہا۔

"میں نے کیا تھا مجھ پہ محنت کرنا ضائع ہے میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ تم ٹائم اور دماغ نہ ضائع کرو مجھ پہ"

"محنت رائیگاں نہیں جاتی سویرا۔ اور میں جو کہتی ہوں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہتی ہوں۔ اور اب یہ نہ کہنا کہ میری فکر کی ضرورت نہیں، ضرورت ہے۔ تم جب ایسے زندگی سے بے زار ہوتی ہو تو مجھے بہت عجیب لگتا ہے۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور اندھیرے کو پسند کرتی ہو۔ سویرا ایسے زندگی نہیں گزرے گی۔ ابھی چھوٹی ہو مگر بڑے ہو کر سب مشکل ہو جائے گا۔ گھر والے اگر تمہاری فکر نہیں کرتے تو میں ان سے ملوں گی۔ دیکھتی ہوں کیا کہتے ہیں مگر اب تم نے رونا نہیں ہے یہ اداسی مجھے تمہارے چہرے پر نہیں آنی چاہیے۔" زینب نے سویرا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایسے ہی رہنے دو۔ کوئی ضرورت نہیں میرے گھر والوں سے بات کرنے کی میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں ٹھیک ہو۔ میں کروں گی بات ان سے۔ ابھی اس ٹاپک کو ختم کرو بھائی باہر آگئے ہوں گے چلو۔ تمہیں گھر ڈراپ کرتے ہوئے جاؤں گی۔"

نہیں میں پیدل چلی جاؤں گی۔ تم جاؤ۔" سویرا نے زینب کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا۔



"کوئی نہیں تم میرے ساتھ چل رہی ہو اور میں کچھ نہیں سنوں گی" زینب کے اصرار کے باوجود سویرا اس کے ساتھ نہیں گئی۔ کالج سے باہر نکلتے ہی ظہیر سامنے گاڑی لیے کھڑا تھا۔ زینب نے الوداعی کلامات اور ہاتھ ہلایا اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی جبکہ سویرا اپیدل ہی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ گاڑی میں بیٹھ کر زینب نے تاصف سے سویرا کو جاتے ہوئے دیکھا اور ظہیر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

"یہ ہے تمہاری دوست؟" ظہیر نے سویرا کو جاتے دیکھ کر پوچھا۔  
 "جی اسی سے آپ کو ملوانا تھا۔ مگر وہ اکیلی ہی چلی گئی۔"  
 "مجھ سے کیوں ملوانا تھا؟" ظہیر نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔  
 "وہ میں آپ کو پھر کبھی بتاؤں گی۔ ابھی اس سے پہلے مجھے کچھ اور کام کرنے ہیں۔ اس کے گھر والوں سے ملنا ہے۔"  
 "اس کے گھر والوں سے کیوں ملنا ہے؟" ظہیر نے گاڑی موڑتے ہوئے کہا۔  
 "کیونکہ یہ ضروری ہے آپ کو میں اس کے بارے جو مجھے پتا وہ بتاتی ہوں۔ مگر آپ پہلے آسکریم پارلر چلیں۔" زینب نے فرمائش کی۔

"میں خود ہی وہیں لے کر جا رہا تھا۔ تم بتاؤ" ظہیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "زینب نے ظہیر کو سویرا کے بارے جتنی معلومات تھیں دے دیں جس کے بعد ظہیر نے کہا۔  
 "تو اس سب کی وجہ کیا ہے؟ اتنی سی عمر میں یہ حالات۔ سٹریج!"

"وجہ ہی تو معلوم کرنی ہے اس کے گھر والوں سے اس سے میری دوستی ہو گئی ہے۔ اس کو صحیح کرنے کیلئے مجھے جو کرنا پڑا کروں گی۔ چاہے مجھے آپ کی ہی ضرورت کیوں نہ ہو۔"  
 "میری ضرورت؟ وہ کیسے؟" ظہیر نے گردن موڑ کر سویرا کی طرف دیکھا۔



"بعد میں بتاؤں گی ابھی آنسکریم لے کر آئیں" سویرا نے دانت دکھاتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں لارہا ہوں لارہا ہوں۔" ظہیر نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

\*\*\*\*\*

آج بھی خلاف معمول گھر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا اس نے دھیان دیے بغیر اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ بیڈ پہ آری ترچھی لیٹی ہوئی تھی جب اس کے ابو کے کمرے میں داخل ہوئے۔ سویرا سیدھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"بیٹا تمہارے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہیں۔ تم ذرا حلیہ بہتر کر کے ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔ تمہیں پتا ہے تمہاری آپ کی منگنی بھی اسی عمر میں ہوئی تھی۔ میں چاہتا ہوں تمہاری بھی ہو جائے۔ اس سے پہلے بھی جو رشتے آئے تھے انہوں نے جواب نہیں دیا۔ بیٹا اس بار خیال رکھنا" سویرا نے اپنے سامنے بیٹھے باپ کو دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ ان کے ہاں شادی جلدی ہوتی ہے مگر اس کے لیے کوئی رشتہ نہ ملے ہو سکا تھا۔  
 "جی ابو ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کہتے ہیں ویسا ہی کروں گی مگر نتائج پر مجھے کچھ نہ کہیے گا۔" سویرا نے نظریں اپنے ہاتھوں پر مرکوز کرتے ہوئے کہا۔  
 "ٹھیک ہے بیٹی کچھ نہیں کہوں گا۔ ابھی تیار ہو کر آ جاؤ۔" اس کے ابو نے اٹھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کمرے سے نکل گئے۔

سویرا آنسو اندراتارتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

\*\*\*\*\*

"آج پھر خاموش ہو۔ کلاس میں بھی گسٹم بیٹھی ہوئی تھی کیا بات ہے؟" زینب نے چلتے ہوئے ساتھ چلتی سویرا سے پوچھا۔



"میرا رشتہ نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ بھی انکار کر کے چلے گئے ہیں۔ کوئی مجھے پسند نہیں کرتا۔ سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔" سویرا نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔

"تمہارا رشتہ؟ تمہارا رشتہ تمہارے ہوتا تھا اور تم نے بتایا بھی نہیں؟ زینب نے بے یقینی سے سویرا کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہمارے ہاں جلدی ہی رشتہ ہوتا۔ مگر ہمیشہ کی طرح کی میری بے قسمتی کے میرے ابو کو ایک بار پھر وہی سب سننا پڑا جو پہلی بار سے سنتے آئے ہیں۔" سویرا نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹک کر کہا۔ وہ دونوں چلتے چلتے گیٹ کے قریب پہنچ گئی تھیں۔

"کوئی بد قسمتی نہیں ہے تمہاری۔ تم بہت اچھی اور بہت پیاری ہو۔ وہ لوگ تمہارے قابل نہیں تھے۔ دیکھنا تمہاری بہت اچھی جگہ شادی ہوگی۔ بس تم اب میری باتوں پہ عمل کر رہی ہو" زینب نے سویرا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تمہاری تو گاڑی آتی ہے تم کدھر جا رہی ہو؟ سویرا نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں آج میری گاڑی نے نہیں آنا میں نے خود جانا ہے تو میں نے کہا تمہیں بھی کر چھوڑ دوں ساتھ جائیں گیں تو سفر جلدی گزرے گا۔" زینب سویرا کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

"میں کل اپنی خالہ کے گھر جا رہی ہوں۔" سویرا نے آدھے راستے پر پہنچ کر زینب کو بتایا۔

"اچھی بات ہے۔ اچھا ہے تم بھی کہیں جا رہی ہو۔ ویسے بھی کل سنڈے ہے تو دن اچھا گزر جائے گا۔"

"پتا نہیں کیا ہو گا۔" سویرا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تم اچھا گمان رکھو گی تو سب سہی ہو گا۔"

"ہمم دیکھتے ہیں۔" سویرا نے بناناثرات کے کہا۔

"میرا گھر آ گیا ہے" سویرا نے گھر کے سامنے پہنچ کر کہا۔



"ٹھیک ہے تم جاؤ اور خیال رکھنا کل۔ مزے کر کے آنا۔ واپسی پر اچھی خبر ملے ہو سکتا ہے۔" زینب نے گھر کو اچھے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم ٹھیک ہے" سویرا نے الوداعی ہاتھ دکھا کر گھر کی طرف قدم بڑھا دیے۔  
 "سویرا خالہ کی طرف کب جانا ہے؟ زینب نے سویرا کو پیچھے سے آواز دے کر پوچھا۔  
 "آج دوپہر میں" سویرا نے مڑ کر جواب دیا اور گھر کے اندر چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

زینب کو شاید اکلوتے ہونے کی وجہ سے جو محبت دی گئی تھی۔ یا اس کے خون میں ہی محبت بھری تھی۔ اس کا اندازہ مشکل ہے مگر جو محبت زینب کے حصے میں آئی تھی وہ پوری کوشش کرتی تھی کہ جو محبت اسے ملی ہے وہی ہر ایک کو ملے۔ جو خوشیاں اس نے دیکھی تھیں وہ اپنے ہر قریبی کو دکھائے۔ جتنا پیار اس کے گھر والوں نے کیا تھا جو پیار اس کو کزنز کی طرف سے ملتا تھا اس کا بس چلتا تو ساری محبت کسی معصوم دکھی پر نچھاور کر دیتی۔ اور جب اس نے سویرا کو محبت سے محروم دیکھا تو اس کی زندگی میں محبت کے رنگ بھرنے کا سوچا جس کو اب پایہ تکمیل کو پہنچانے کا وقت آگیا تھا

BEING THE STRING OF YOUR KITE

\*\*\*\*\*

شام کو اٹھ کر وہ فوراً ظہیر کی طرف چلی گئی۔ اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت ضروری بات ہے جو رہ گئی تو بہت نقصان ہو گا۔ اس نے جلدی جلدی سب کو سلام کیا اور پوچھا۔  
 "ظہیر بھائی گھر ہی ہیں؟"

ان کے جواب سے پہلے ہی وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سب پیچھے آوازیں دیتے رہے مگر وہ تو کسی اور ہی دھن میں تھی۔ اس نے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور ساتھ ہی دروازہ کھول دیا۔ اندر ظہیر بیڈ پر



ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ اس کو یوں سانس پھولے دیکھ کر پہلے تو ہنسی آئی پھر اس کو گلاس میں پانی ڈال کر پیش کیا۔

"آپ ہنس رہے ہیں اور میں اتنی ضروری بات کرنے آئی ہوں" اس نے پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کرتے ہوئے مصنوعی خفگی کے ساتھ کہا۔

اس وقت اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا اس نے فیروزی رنگ کی شلوار کمیز کے ساتھ ہمرنگ ڈوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔

"اچھا بتاؤ کیا بات ہے اتنی جلدی میں کیوں ہو؟" ظہیر نے گلاس خالی کرنے کے بعد پوچھا۔

"آپ مجھے بتائیں آپ کو کوئی لڑکی پسند ہے؟"

"یہ کیسا سوال ہے اور تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" ظہیر کو سوال پہ ہنسی آرہی تھی۔

"آپ بتائیں نا بہت ضروری ہے۔" زینب نے لجاتی سی آواز میں بولی تو ظہیر پہلے اسے دیکھنے لگا پھر کہا۔

"نہیں ہے کوئی مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔؟" ظہیر نے ابرو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک گاڈ ! اب آپ کو جو بات میں کہوں گی وہ آپ نے تحمل سے سنی ہے اور ماننا بھی ہے۔ آپ کی

بہن ہوں نا۔ تو یوں سمجھیں۔ میں نے بھابی ڈھونڈ لی ہے۔" زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے؟" ظہیر نے ابرو اچکا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں نے آپ کی دلہن ڈھونڈ لی ہے۔ اور اب آپ کو ان سے ہی شادی کرنی پڑے گی۔"

"تمہیں کہیں چوٹ لگی ہے یہ تو میں جانتا ہوں کہ تمہارا دماغ سرے سے نہیں ہے مگر اب تو حد ہی کر دی

ہے۔" ظہیر نے اس کے سر پر ہلکی سے چپت لگاتے ہوئے کہا۔

"ظہیر بھائی آپ میری پوری بات سنیں۔ آپ کو میری وہ دوست یاد ہے جو اس دن آپ کو دکھائی

تھی۔؟"



"سویرا کی بات کر رہی ہو تم؟"

"ارے واہ آپ کو تو ابھی تک اس کا نام بھی یاد ہے۔" زینب تنگ کرنے والے انداز میں مسکرا رہی تھی۔  
"تم بات بتاؤ۔ آخر تمہیں اب کیا سوچھی ہے۔"

زینب نے ظہیر بھائی کو اے ٹوزی ساری باتیں بتادیں جو اس کو پتا تھیں۔

"ہمم تو اس میں شادی کی بات کہاں ہے؟" ظہیر اب بھی وہیں پھنسا ہوا تھا۔

"بھائی میں چاہتی ہوں کہ آپ کی اور سویرا کی بات پکی ہو جائے۔ ویسے بھی چچا چچی تو کب سے آپ کی شادی کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کی بھی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔"

"ایسے نہیں ہوتا زینب۔ نہ ہم ان کے خاندان کو جانتے نہ لڑکی کو میں جانتا اور جیسا تم اسے بتا رہی ہو امی ابو، ایسا ممکن نہیں ہے زینب۔"

ظہیر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور دماغ میں سوچتے ہوئے بولا۔

"ممکن ہے۔ آپ کل میرے ساتھ اس کے گھر جا رہے ہیں اور آپ کی تسلی کل ہو جائے گی۔ میں نے بھی اپنی تسلی کرنی ہے اس کے فادر سے مل کر اس کے بارے میں پوچھنا ہے۔ آپ چلیے گا اور اپنی تسلی بھی کر لیجیے گا۔ سمپل "زینب بھی پرسکون ہو گئی۔ بات پہنچ گئی تھی ظہیر تک اور زینب جانتی تھی ظہیر اس کی بات نہیں ٹال سکتا۔ تھوڑی دیر اور بولنے پر ظہیر کل چلنے کو مان گیا مگر اس شرط پر کہ اگر اسکی تسلی ہو گئی تو بات چلائیں گے۔ زینب نے کل صبح تیار ہونے کا کہا اور خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ ظہیر بیڈ سے ٹیک لگائے اس کی بات پر مسکرا رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

اگلی صبح اتوار کے دن زینب گیارہ بجے تیار ہو چکی تھی۔ خلاف معمول اتوار کہ دن گیارہ بجے اٹھتا دیکھ والد اور والدہ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔ زینب نے خلاف توقع ناشتہ بھی زیادہ اور پر جوش انداز میں کیا اس



نے آج موقع کہ مناسبت سے ڈیسنٹ سوٹ پہن رکھا تھا اور میک اپ کے نام پر فیر لولی لگائی تھی۔ امی ابو کے پوچھنے پر کہا

"ظہیر بھائی کے ساتھ جارہی ہوں۔ بہت ضروری کام ہے آکر سب بتاتی ہوں" اور بھاگ بھاگ چچا کی طرف چلی گئی۔ وہاں ظہیر بھی اٹھ چکا تھا اور وہاں کے حالات بھی ایسے ہی تھے۔ بارہ بج گئے ان کو نکلتے نکلتے۔ راستے میں ہلکی سی کل والی بات ہی دوہرائی گئی تھی۔ گھر پہنچ کر گاڑی پارک کی اور دروازہ ناک کیا۔ اندر سے پچپن کے لگ بھگ ایک بزرگ نمودار ہوئے۔

"انکل سویرا گھر پر ہے؟ میں اس کی کالج کی دوست ہوں"۔ ظہیر پیچھے سے اس کو گھور رہا تھا جیسے اسے تو پتہ ہی نہیں کہ سویرا آج گھر پر نہیں ہے۔

"نہیں وہ گھر پر نہیں خالہ کی طرف گئی ہے ماں کے ساتھ۔" انکل نے معزز پن اور رعب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"انکل کیا میں آپ سے سویرا کے بارے بات کر سکتی ہوں ضروری بات ہے۔ کچھ بتانا ہے۔" انکل اس کی بات پر ہنہر سے گئے۔ جیسے انھیں اس بات کا اندیشہ پہلے سے ہو۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ٹھیک ہے۔ آجاؤ اندر۔ اور یہ بر خور دار کون ہیں؟" ظہیر جو یہ سب پیچھے کھڑا دیکھ رہا تھا اس کے بارے پوچھا۔

"یہ میرے بھائی ہیں یہاں تک مجھے یہی لائے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے آجاؤ۔" اور دونوں اندر انکل کی میت میں بڑھ گئے۔ گھر گوزیادہ بڑا نہ تھا۔ عام جو درمیانے لوگوں کا ہوتا ہے ویسا ہی تھا۔ تین کمرے ایک ڈرائنگ روم۔ ڈرائنگ روم میں صوفہ سیٹ میز اور بک شیلف تھی جس میں کچھ اعلا ذوق کی کتابیں پڑی تھیں۔



"انکل میں آپ اے سویرا کے بارے پوچھنی آئی ہوں۔ جیادہ گھر میں بھی اسی طرح چپ رہتی ہے۔" زینب اور ظہیر صوفیہ بیٹھ گئے تھے۔ انکل کچن میں جانے لگے تھے مگر دونوں نے روک دیا اور وہی بٹھالیا۔ اور زینب نے کالج میں سویرا کا رویہ بتا دیا جس پر باپ نے کھل کر بات بتادی۔

"ہاں۔ اس بے چاری کے نصیب میں شاید یہی لکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں ناکہ گھر کا ماحول ہی بچے کی اصل تربیت گاہ ہوتا ہے تو بس اس بچی کا نصیب اس معاملے سہی نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو مشکلات میں بھی سمیٹ لیتے ہیں۔ وہ اپنا دل بچانے کا ہنر رکھتے ہیں مگر بعض لوگ اپنا دل ہی مار لیتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک ہی خول میں مقید کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سویرا کو بھی گھر کا ماحول سہی نہ ملا۔ سویرا کی ماں شروع میں ہی رضائے الہی سے وفات پا گئی تھیں۔ اس کی نئی ماں بالکل سوتیلی ماؤں کی طرح تھی۔ کچھ خوش نصیب سوتیلے اور منہ بولوں سے وہ پالیتے ہیں جو کوئی سگا بھی نہیں دے سکتا۔ مگر بعض لوگ سوتیلوں کا ظلم بھی جھیلنے ہوئے۔ اس کی سوتیلی ماں نے اس کی تربیت اس انداز میں نہ کی جیسے میری دوسری بیٹی کی ہوئی۔ اس کا نکاح ہو گیا اور وہ اس سے بچ گئی۔ مگر اس کے لیے کوئی رشتہ دینے کو راضی نہیں ہوتا اس بچی کی تو جیسے ساری خوشیاں اور مرادیں ہی مر گئی ہوں۔ مگر میں کچھ کر بھی نہیں سکتا میں دونوں طرف سے مجبور ہوں۔ سویرا کی زندگی ختم ہو چکی ہے اگر اس کا رشتہ ہو جاتا تو شاید اس کو پیار کرنے والا مل جاتا۔ اس کو ساری زندگی پیار نہیں ملا۔ جتنا مجھے اس سے شاید ہی اس کو کوئی کرتا ہو۔ مگر اس کی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" سویرا کے والد الطاف صاحب نے ایک ایک بات کھل کر زینب کو تحمل سے بتائی کیونکہ وہ واحد لڑکی تھی جو اس کے گھر تک آئی تھی اور جس کی سویرا سے معمول سے زیادہ دوستی تھی۔ اسکول میں اس کے حالات اس کے والد کو پہنچتے رہتے تھے اور وہ اس وقت سے فکر مند تھے۔

"انکل تو آپ نے اس کو کہیں بھجوا کیوں نہیں دیا۔ مطلب ہو سٹل میں کروادیتے اگر گھر کا ماحول اتنا خراب تھا تو۔"



"یہیں پہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو ہو سٹل داخل کروایا تھا اور یہیں مجھ سے غلطی ہوئی۔ یہ جو لوگ اپنے بچوں کو بورڈنگ میں ڈالتے ہیں یہ بچوں کے ذہنوں پر کیا اثر ڈالتا ہے اس کا اندازہ نہیں۔ بچہ اکیلے رہ کر جس کیفیت کا شکار ہوتا ہے اس کا اندازہ سویرا کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ ہو سٹل میں ان کو وہ نہیں ملتا جس کے وہ طلبگار ہوتے ہیں اور وہی انکی زہمی حالت خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔"

ظہیر اور زینب خاموشی سے سن رہے تھے۔ کیونکہ دونوں جانتے تھے کہ باتیں دو سو فیصد درست ہیں۔

"انکل میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں؟" زینب نے آگے ہوتے ہوئے کہا۔

"جیتی رہو بیٹی مگر تم میری کیا مدد کر سکتی ہو؟" انکل نے مسکرا کر کہا۔ ظہیر بالکل خاموش بیٹھا کاروائی دیکھ رہا تھا جانتا تھا کہ زینب کیا بات کرے گی۔

"انکل اگر آپ کا شادی والا مسئلہ حل ہو جائے جو سویرا کو خوش خوش رکھے گا۔ تو کیا آپ راضی ہیں۔؟" زینب نے ظہیر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹی کوئی رشتہ تمھاری نظر میں ہے تو بتاؤ۔ اگر مناسب ہو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"انکل یہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ ہم دونوں آئے ہی صرف اس لیے تھے کہ آپ لڑکے کو دیکھ لیں اور بھائی آپ سے مل لے اور گھربات کر سکیں۔ کیونکہ سویرا کو میں اپنی بھابھی بنانا چاہتی ہوں۔ وہ ایک بہترین لڑکی ہے۔ بے شک اس کا ماضی اس کے لیے بہتر نہیں تھا مگر اس کا مستقبل بہترین ہو سکتا ہے اس کا دل اگر مر گیا ہے تو ہم زندہ کر لینگے کیونکہ مرے ہوئے لوگ واپس نہیں آتے مگر مرے ہوئے دل کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔"

"بیٹی میں تمھارے اس جذبے کو جانتا ہوں۔ اور آج میرا اس پہ اور پختہ یقین ہو گیا ہے کہ دنیا میں اچھے لوگ آج بھی ہیں۔ تمھارے ماں باپ کو فخر ہونا چاہیے تم پر اور جہاں تک بات رہی رشتے کی تو میں برخوردار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو چکن میں جا کر چائے بنا لاؤ۔"



زینب سر ہلاتے ہوئے ڈرائنگ روم کے ساتھ کچن میں چلی گئی۔ دونوں کی باتوں کی آواز دھیمی سرگوشی کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ مگر وہ آگے کے مراحل سوچ رہی تھی۔ چائے خوشگوار موسم میں پی گئی۔ انکل بھی اپنی تسلی کر چکے تھے۔ اب بس رشتے کا انتظار تھا۔ اور ان کی بیٹی بھی واپسی کے راہ پر گامزن ہو جاتی۔

نکلتے وقت انکل نے زینب کے سر پر سنت شفقت رکھ کر کہا تھا۔  
 "بیٹی اپنے آپ کو اسی طرح رکھنا۔ ایسے دل ہر کسی کو نہیں ملتے۔ اللہ تمہیں لمبی زندگی دے" وہ اس کے ممنون تھے جس نے ان کا بوجھ ہلکا کیا تھا۔ اور وہ مانتے تھے کہ نیک اور زندہ دل لوگ آج بھی رہتے ہیں جو دوستی میں کسی بھی حد اور کسی بھی قربانی کو برداشت کر سکتے ہیں۔  
 مگر کون جانے کہ زندہ دل لوگ زندہ رہتے بھی ہیں کہ نہیں۔

\*\*\*\*\*

گھر آکر جو سب سے پہلا کام دونوں نے کیا تھا وہ گھر والوں کو بتایا تھا کہ کیا معارفہ سر انجام دیا گیا ہے۔ زینب کے امی ابو نے تو اچھا خاصا ڈانٹا بھی تھا مگر وہ زینب ہی کیا جو کسی کو ناراض رکھ سکے۔ خیر کچھ ٹائم بعد ظہیر اور گھر والے باقاعدہ رشتہ لے کر سویرا کہ گھر پہنچے۔ ظہیر بھی مطمئن تھا اور وہ اپنے اطمینان کا اظہار زینب سے کر بھی چکا تھا کیونکہ وہ زینب سے آسانی سے بات کر سکتا تھا۔ زینب نے کبھی کسی کا اعتبار نہیں توڑا تھا۔

جس دن وہ واپس آ رہے تھے اسی دن ظہیر سے زینب نے کہا تھا۔  
 "بھائی آپ نے سویرا کو اس دن دیکھا تھا کیسی لگی تھی آپ کو؟"  
 "مجھے وہ اس وقت بھی اچھی لگی تھی اور آگے بھی لگتی رہے گی۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے خود یہ کام سر انجام دیا نہیں تو مجھے کرنا پڑتا سب۔ اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"



اور زینب نے اس کے بعد سویرا کو خوش اور نارمل رکھنے کا عہد لیا تھا۔ جس وجہ سے زینب کو خوشی تھی۔ سویرا کو رشتہ بھیجنے سے ایک دن پہلے کالج میں اس نے بتایا تھا۔  
 "سویرا میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟" کالج سے نکلتے وقت سویرا سے پوچھا۔  
 "تم بہت اچھی ہو۔"

"اور کیا ہو کہ اگر یہ اچھی لڑکی تمہیں اپنی بھابھی بنالے؟" زینب نے شرارت سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا مذاق کر رہی ہو؟ مجھے اچھا نہیں لگایہ"  
 "ارے کل چچا چچی تمہاری طرف آئیں گے تمہارا رشتہ لے کر۔ اور یوں تم میری بھابھی اور میں تمہاری نند بن جاؤں گی۔"

سویرا یہ سب سوچتے ہوئے گھر پہنچی۔ وہ اس سب میں الجھ چکی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس جیسی لڑکی کے لیے بھی کبھی کوئی اچھا رشتہ آئے گا۔ مگر اس کو کوئی خوشی نہیں تھی۔ اسے کبھی ان چیزوں کا شوق اور تمنا ہی نہیں ہوئی تھی۔ جب محبت کی ضرورت تھی تب صرف نفرت ہی ملی تھی۔

رشتہ نہ ہو چکا تھا دو ہفتے بعد نکاح اور رخصتی تھی۔ ان دو ہفتوں میں سویرا کو لیے زینب بازار میں پھری اور شاپنگ کا کام اس کی پسند سے مکمل ہوا۔ سویرا میں تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا تھا اس کی محبت کا خزانہ آہستہ آہستہ مل رہا تھا۔ شروع ظہیر کے ساتھ جاتے وہ جھجکتی تھی مگر زینب کی بدولت یہ بھی حل ہو گیا تھا اور

باقی کی کسر ظہیر کے پیار اور توجہ نے پوری کر دی۔ شادی بہت دھوم دھام سے نہ ہوئی مگر اچھی ہو گئی۔ ولیمہ شاندار دیا گیا تھا۔ ظہیر کی والدہ سویرا کی طرف سے مطمئن نہ تھی مگر بیٹے کی خوشی میں خوش ضرور تھیں۔ شادی والے دن دونوں سب خوش تھے۔ زینب کے سمجھانے سے اور ظہیر کو آزادی دینے سے جو مثبت تبدیلیاں ہوئی تھیں اس سے دونوں خوش تھے۔ گھر میں جھگڑے نہ ہونے کے برابر



تھے۔ ظہیر نے آزادی کے نام کو غلط طریقے سے استعمال نہ کیا تھا۔ جو کام یہ خود کرنا چاہتے تھے وہ زینب اور ظہیر نے مل کر کر لیا تھا۔ سویرا کے جاذب نقوش اور پارلر سے تیار ہونے کے بعد اور دلکش بنا دیا تھا۔ پہلی رات ظہیر نے اس کو محبت کا یقین دلایا تھا اور ہر طرح سے خوش رکھنے کا کہا تھا۔ مگر دل کو پگھلاتے ہوئے ٹائم لگتا ہے اور وہ ٹائم چھ مہینے جتنا طویل تھا۔ زینب اور سویرا کی دوستی اور پہنچتے ہو گئی۔ اور یہاں ایک بار پھر امتحان کی گھڑی منتظر تھی۔

چھ مہینے بعد اچانک زینب کو بچپن میں ہونے والی سانس کی بیماری نے آلیڈا اور رات کو دورہ پڑا۔ ہاسپٹل پہنچنے سے پہلے ہی وہ دم توڑ چکی تھی۔ اس بار بھی سویرا نے خود کو الزام دیا اور کہا۔

"مجھے جس سے محبت ہوتی ہے وہی میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ شاید میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے حصے میں محبت کا آنسو آتا ہے۔" سویرا اس واقعے کے بعد دوبارہ گسم رہنے لگی تھی ہر چیز سے ایک بار دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ مگر اس بار اس کے ساتھ اس کو محبت کرنے والا تھا۔ اس بار اس کی مشکل جلد ختم ہونے والی تھی۔ ظہیر سویرا کے ساتھ زینب کی قبر پر گیا اور فاتحہ پڑھ کر دعا کی اس کو اپنی جان سے زیادہ پیار کرنے والی بہن سے نوازا گیا تھا جس نے اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ اب ظہیر اپنا فرض نبھاتا تھا۔ قبر سے واپسی پر جانے سے پہلے اس نے سویرا سے کہا تھا۔

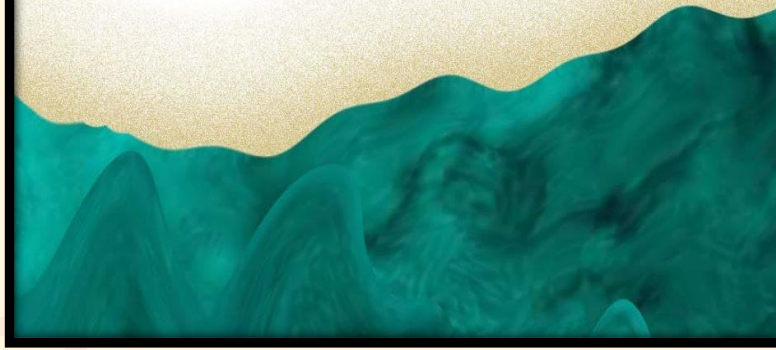
"کبھی کبھار اللہ ان کو جلدی واپس بلا لیتا ہے جو زندہ اور نیک دل ہوتے ہیں تاکہ ان کا پاک دل اس بے رحم دنیا میں کچلا نہ جاسکے۔" اور سویرا کو کندھے پر ہاتھ رکھ کر واپس ہو لیے۔ یہ تو امر ہے کہ مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اگر کوئی زندہ رکھنے والا مل جائے۔

\*\*\*\*\*



# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسین فتح



# ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سیکم کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکم ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹتے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔



Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "میں جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھلا بھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ "جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔ "وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟ "میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔ "ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔ اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک



## Beauty In Black کی دس جھلک

حویلی ڈیرے سے پندرہ منٹ کی دوری پر تھی۔ وہ ابھی  
ڈیرے سے پانچ منٹ کی دوری پر تھے جب انکی  
گاڑیاں دور سے نظر آنے لگیں جب آذان ملک نے  
سوال کیا تھا۔ "کیا آج ہمارے علاوہ بھی کسی نے آنا  
تھا۔"

ملک کے اس سوال پر شازل شاہ نے انہیں انہیں کا  
جواب دیتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا جس پر  
ملک نے ڈیرے کی طرف آتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھا۔  
انزا کے نکلتے ساتھ ہبہ بیگم نے معاون کو کال کرنا  
شروع کر دی تھی لیکن اس کا فون بند ہونے کی وجہ  
سے اسے پتہ نہ لگا۔

وہ گاڑیاں جب ڈیرے پر پہنچی تو ان میں سے ایک  
گاڑی میں سے وہ نکلی، اپنے پانچ گارڈز اور اسسٹنٹس  
کے ساتھ آگے آئی اور شازل شاہ کے سامنے آکر رکی  
تھی۔

"کچھ بھی کچھ بھی مگر یہ توقع نہ تھی آپ سے شازل  
سائیں۔" انزا غراتے ہوئے بولی تھی۔ وہ اپنے آپے  
سے باہر تھی۔

BEAUTY  
IN  
BLACK

WRITTEN BY  
DEATHSICK



"کیا بول رہی ہو انزا ادھر سائیڈ پر چلو بات کرتے ہیں۔" معاون بولا تھا جسے وہ خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے وہ ٹیب پکڑا یا تھا "سائیڈ پر جا کر بات کرنے لائق کچھ بچا نہیں ہے معاون شاہ۔"

"اے لڑکی تو جانتی بھی ہے کس کی زمین پر کھڑے ہو کر کس کو دھمکیاں دے رہی ہے۔"

وہ استہزاء ہنسی تھی اور بولی "ملک صاحب میں تو بہت اچھے سے جانتی لیکن آپ شائد مجھے نہیں جانتے۔" وہ یہ بول کر وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گئی تھی۔ وہ آفس کے لیے نکلی تھی کیونکہ اب اسے وہاں اس معاملے کو ہینڈل کرنے کے لیے اسے پریس کانفرنس کرنی تھی اس سے پہلے یہ اسکی کمپنی کو ایفلٹ کرتی۔

"You must be talking about that article.

فارس کے بس یہ بولنے کی دیر تھی کہ انزا اپنا آپا کھوتے ہوئے اس کو جا کر گیرابان سے پکڑ لیا۔

"سچ کہتے ہیں جس پر احسان کرو اسکے شر سے ڈرو۔ تمہیں اپنے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی

اجازت دینا میری سب سے بڑی غلطی تھی فارس اکبر شاہ۔" اسکا گریبان چھوڑ کر پیچھے ہوئی اور شازل شاہ کی طرف دیکھ کر بولی "اب میں جو بھی کروں گی اسکے ذمیدار آپ خود ہوں گے اور فارس یاد رکھو اگر اس کی وجہ سے میری کمپنی کو کوئی لوس ہو تو یاد رکھنا اسی زمین میں یہیں پر اپنے ہاتھوں سے دفن کروں گی۔" اس کے یہ بولتے ساتھ آذان ملک پیچھے سے بولے تھے۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

[safareadab.com](http://safareadab.com)



سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب